اکائی: 3 عباس محمود عقاد

اکائی کے اجزاء

3.1 مقصد
3.2 تمہید
3.3 ماحول
3.4 شخصی تعارف
3.5 علمی خدمات
3.6 اعلیٰ تنقیدی مقام
3.7 خلاصہ
3.8 نمونے کے امتحانی سوالات
3.9 مطالعے کے لیے معاون کتابیں
3.10 مشکل الفاظ کی فرہنگ

3.1 مقصد

بیسویں صدی عیسوی میں عربی تنقید کے میدان میں جو اہم شخصیات سامنے آئیں ان میں بیسویں صدی کے نصف آخر کی بڑی شخصیت عباس محمود عقاد کا نام بہت ممتاز ہے۔ عقاد کی خدمات متنوع اور مختلف الجہات ہیں۔ تنقید کے میدان میں بھی ان کی اہمیت مسلم ہے۔ اس لیے عربی تنقید کے طالب علم کو عقاد کے بارے میں جاننا نہایت ضروری ہے۔

اس اکائی کو پڑھ کر ہمیں عقاد کے دور، ان کی زندگی کے حالات، علمی خدمات، کارناموں، معاصرین کے اعتراضات اور عربی تنقید کے میدان میں ان کے مقام کا علم ہوگا۔

3.2 تمہید

عباس محمود عقاد بیسوی صدی عیسوی میں ایک مایہ ناز ادیب، صحافی، شاعر، صاحب طرز نثر نگار اور نظریہ ساز مصنف وناقد کی حیثیت سے سامنے آئے۔ وہ انیسوی صدی کی آخری دہائی میں پیدا ہوئے اور بیسوی صدی کے ساتویں دہائی میں اس دنیا سے رخصت ہوئے۔ اسی طرح انھیں دنیا کے ایک اہم دور میں زندگی گزارنے کا موقع ملا۔

اللہ تعالیٰ نے عباس محمود عقاد کو ذہانت اور نکتہ رسی کی دولت عطا فرمائی تھی، اس لیے انھوں نے اپنی صلاحیتوں کو مختلف میدانوں میں استعمال کیا۔ انھوں نے ایک فلسفی اور مفکر کی حیثیت سے دنیا میں رائج نظاموں کا جائزہ لے کر معاشرے کی رہ نمائی کرنے کی کوشش کی۔ مضبوط نثر نگاری کی روایت قائم کرکے ایک نسل کو متاثر کیا۔ متنوع موضوعات پر اہم تصانیف پیش کرکے عربی زبان کے علمی ذخیرے میں اضافہ کیا۔ صحافت سے وابستہ ہوکر سنجیدہ اور تعمیری صحافت کا رجحان عام کیا۔ اسی طرح اپنی زبردست تنقیدی بصیرت کے ذریعے ایک مضبوط تنقیدی روایت کی طرح ڈالی۔

عربی تنقید کے میدان میں عقاد کی شخصیت اتنی بھاری بھرکم ہے کہ ان کے مطالعہ کے بغیر عربی تنقید اور عربی نثر نگاری دونوں میدانوں میں واقفیت کا دعویٰ نہیں کیا جاسکتا۔

3.3 ماحول

عباس محمد عقاد نے جس ماحول میں آنکھیں کھولیں وہ ماحول دنیا کی تاریخ میں مختلف حیثیتوں سے بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ عالم اسلام میں خلافت عثمانیہ جاں بہ لب تھی۔ پے در پے جنگوں کے نتیجے میں وہ پوری طرح ٹوٹ چکی تھی اور دیکھنے والے دیکھ رہے تھے کہ اب خلافت عثمانیہ کا زوال یقینی ہے۔ خلافت کے زیر انتظام علاقوں میں سے مختلف علاقوں پر قبضہ جمانے کے لیے عالمی طاقتیں باہم دست وگریباں تھیں۔ اٹھارہ سو بیاسی میں خدیویت مصر برطانیہ کا حصہ بن چکا تھا۔ مصر میں افراتفری کی کیفیت تھی۔ کچھ لوگ

خلافت کے بقا کے لیے پرعزم تھے تو کچھ دوسری عالمی طاقتوں سے انضمام چاہتے تھے۔ پہلی جنگ عظیم کا میدان تیار ہو رہا تھا، جس کے واضح اثرات مصر میں بھی دیکھے جا رہے تھے۔ مختلف نظریات اور بالخصوص اسلام، کمیونزم اور سوشلزم کے درمیان شدید کشمکش جاری تھی۔ واضح رہے کہ یہی دور برصغیر میں بھی سخت اضطراب کا دور تھا، جس کے نتیجے میں علی گڑھ مسلم یونی ورسٹی، دارالعلوم دیوبند اور ندوۃ العلماء کا وجود ہو رہا تھا۔

ایسے نازک دور میں عباس محمود عقاد کی ولادت ہوئی اور ماحول کے پورے اثرات سے متاثر ہوتے ہوئے ان کا علمی سفر شروع ہوا۔

3.4 شخصی تعارف

عباس محمود عقاد کی پیدائش اسوان، مصر میں 28/جون 1889 کو ہوئی۔ وہ ایک متوسط گھرانے سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کے والد ایک سرکاری ملازم تھے۔ ابتدائی تعلیم علاقائی اسکولوں میں حاصل کی۔ عام طور پر مصر کے مالی طور پر مستحکم گھرانے اپنے بچوں کو قاہرہ بھیج دیا کرتے تھے۔ لیکن عقاد کو ابتداء میں اس کا موقع نہیں مل سکا۔ بعد میں جب اُن کی عمر چودہ برس ہوگئی تو وہ اعلیٰ تعلیم کے لیے قاہرہ پہنچے۔ قاہرہ میں انھوں نے خاص طور پر ڈاکٹر محمد حسین محمد سے استفادہ کیا۔ اُنھوں نے قاہرہ میں باضابطہ کسی ادارے سے وابستہ ہو کر تعلیم حاصل نہیں کی، بلکہ مختلف افراد سے مختلف فنون میں مہارت حاصل کی۔

قاہرہ میں عقاد کو ایک اہم موقع یہ بھی ملا کہ وہاں وہ انگریزی بولنے والوں سے خاصے گھل مل گئے۔ اس موقعے کو انھوں نے پوری طرح وصول کیا اور انگریزی زبان میں اعلیٰ درجے کی مہارت حاصل کی۔ آگے چل کر اس سے انھیں بہت فائدہ پہنچا۔ انھوں نے انگریزی ادبیات کا گہرائی سے جائزہ لیا۔ مغرب میں پائے جانے والے قدیم وجدید ادبی نظریات اور فکری آراء سے واقفیت حاصل کی اور اس کی روشنی میں عربی ادبیات کا بھی جائزہ لیا۔ کیوں کہ وہ کسی تعلیمی ادارے سے باضابطہ طور پر وابستہ نہیں تھے، اس لیے انھیں انگریزی و عربی ادبیات اور فلسفے کے متعلق جو کچھ ہاتھ لگا، اُسے پڑھ ڈالا۔ اللہ تعالیٰ نے نکتہ سنج طبیعت اور سنجیدہ مزاج عطا فرمایا تھا، اس لیے انھوں نے جو کچھ پڑھا، اُسے پوری طرح ہضم بھی کیا اور اُسے اپنے ماحول سے تطبیق دینے کی کوشش بھی کی۔ وسیع اور گہرے مطالعے کے ساتھ عظیم شخصیات سے وابستگی اور استفادے نے اُن کی شخصیت کی تعمیر میں چار چاند لگا دیے۔

اُس زمانے میں عبداللہ الدیم ''الأستاذ'' کے نام سے ایک رسالہ نکالتے تھے۔ عباس محمود عقاد سب سے پہلے اسی رسالے سے متأثر ہوئے اور اس سے متأثر ہو کر صحافت وانشاء پردازی کی طرح آئے۔ اس کے بعد وہ مصر کی آزادی کے لیے قائم حزب الأمۃ سے وابستہ ہو کر اس کے ترجمان ''الجریدۃ'' میں کام کرنے کا ارداہ رکھتے تھے، لیکن ان کے گھر والے اس پر آمادہ نہیں ہوئے۔ لہٰذا وہ محمد فرید وجدی کے رسالے ''الدستور'' سے وابستہ ہو گئے۔ اس رسالے کے ذریعے وہ سعد زغلول سے متعارف اور متاثر ہوئے۔ کچھ عرصے بعد وہ رسالہ بند ہو گیا تو عقاد اپنے وطن واپس چلے آئے۔ دو سال بعد وہ پھر قاہرہ لوٹے اور عبدالرحمٰن برقوقی کے مشہور رسالے ''البیان'' کے لیے لکھنا شروع کر دیا۔

اس رسالے میں کام کرنے کی وجہ سے عباس محمود عقاد کو ایک فائدہ یہ ہوا کہ مصر کے ادبی و علمی حلقوں میں اُن کا اچھا تعارف ہو گیا۔ عبدالقادر مازنی اور عبدالرحمٰن شکری جیسے صاحبانِ علم سے اُن کے روابط مضبوط ہو گئے۔ عقاد بھی ان لوگوں سے متاثر ہوئے اور وہ بھی عقاد کی علمی وسعت اور گہرائی کے قائل ہو گئے۔ لہٰذا یہ دوستی ایک مضبوط علمی رشتے میں بدل گئی۔ ان دونوں کے ساتھ مل کر ہی عباس محمود عقاد نے ایک اہم ادبی مدرسۂ فکر ''مدرسۃ الدیوان'' کی بنیاد رکھی۔

مدرسۃ الدیوان درحقیقت قدامت سے جدت کی طرف بلانے اور قدیم موضوعات سے نکل کر جدید موضوعات سے وابستگی اختیار کرنے کی ایک تحریک تھی۔ یہ لوگ زمانے کے مسائل دیکھ رہے تھے۔ تیزی کے ساتھ حالات کا الٹ پھیر اُن کی نگاہوں کے سامنے تھا۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ وہ یہ بھی دیکھ رہے تھے کہ عربی ادب میں اب تک روایتی موضوعات اور قدیم اسالیب کا اہتمام کیا جا رہا ہے۔ کوئی پرانے خول سے آزاد ہونے کے لیے تیار نہیں ہے۔ حالاں کہ یہ قدامت پسندانہ ادب انسان کے لیے ناکافی ہو چکا ہے، اس کے باوجود اس سے چمٹے رہنے کا نامناسب رویہ پایا جا رہا ہے۔ اس صورت حال کو دیکھتے ہوئے عباس محمود عقاد، ابراہیم عبدالقادر مازنی اور عبدالرحمٰن شکری نے مدرسۃ الدیوان کی بنیاد رکھی اور عربی ادب کو جدت سے ہم کنار کرنے اور جدیدیت کی سمت لانے کا بیڑا اٹھایا۔

1913 میں عبدالرحمٰن شکری کا اور 1914 میں ابراہیم عبدالقادر مازنی کا مجموعۂ کلام منظر عام پر آیا۔ ان دونوں مجموعوں پر عباس محمود عقاد نے مقدمے لکھے۔ تینوں رفقاء نے اپنی نظم و نثر میں قدیم مدارسِ ادب پر سخت تنقید کی اور ان کی کمیوں کی نشان دہی کی۔ مازنی نے 1914 میں اس وقت کے مشہور اخبار ''عکاظ'' میں حافظ ابراہیم کا اور عقاد نے 1921 میں اپنی کتاب ''الدیوان'' میں شوقی کا سخت تعاقب بھی کیا تھا۔

اس درمیان عباس محمود عقاد مختلف سرکاری عہدوں پر بھی رہے اور سرکاری خدمات انجام دیتے رہے۔ لیکن وہ کسی جگہ جم کر نہ بیٹھ سکے۔ اس لیے کہ اُن کے مزاج میں آنکھیں بند کر کے ہر حکم کی بجا آوری شامل نہیں تھی۔ وہ اپنی سوچ اور اپنا ذہن بھی رکھتے تھے۔ اس لیے وہ کسی سرکاری ملازمت میں باقی نہ رہ سکے اور آزاد رہ کر کام کرنے کو ہی ترجیح دی۔ پہلی جنگ عظیم کے دوران وہ پرائیویٹ اسکولوں میں تدریس کے فرائض انجام دیتے رہے۔

عباس محمود عقاد کی زندگی کا یہ پہلو بھی بہت ممتاز ہے کہ وہ اپنی تمام تر علمی و ادبی مصروفیات کے باوجود سماج اور معاشرے سے کٹ کر نہیں رہے۔ وہ ہمیشہ سماجی مسائل اور معاشرتی الجھنوں کو اپنا موضوع بناتے رہے اور بے باکانہ انداز میں ہر مسئلے پر اپنے خیالات کا اظہار کرتے رہے۔ ظاہر ہے کہ یہ روش آمریت پسندوں کو کسی طرح منظور نہیں ہو سکتی تھی۔ جس کے نتیجے میں انھیں جیل کی سلاخوں کے پیچھے بھی دھکیلا گیا۔ لیکن اس سزا کی حیثیت اُن کی زندگی میں لہار کی بھٹی جیسی رہی۔ وہ اُس سزا سے اور چمک دمک کر نکلے اور مزید وضاحت کے ساتھ سماجی مسائل کو اپنا موضوع بنانے لگے۔ جیل جانے کا یہ واقعہ 1930 سے 1934 کے درمیان اسماعیل صدقی کے دور میں پیش آیا تھا۔ اسماعیل صدقی نے اپنے دور میں دستور کو منسوخ کر کے ظالمانہ انداز کی ڈکٹیٹر شپ قائم کر لی تھی۔ اس

کے خلاف قلم اٹھانے والوں میں عباس محمود عقاد پیش پیش رہے۔ جس کی سزا انھیں نو ماہ کی قید کے ذریعے اٹھانی پڑی۔ جیل سے نکلنے کے بعد بھی انھوں نے ''المقتطف'' اور ''الھلال'' میں کثرت سے مضامین لکھے۔

اسی طرح عبسا محمود عقاد نے 1936 میں انگریزوں کے ساتھ ہونے والے دوستی معاہدے کے خلاف بھی سخت قدم اٹھایا اور ''مصر الفتاۃ'' اخبار میں اس معاہدے کی مذمت کی۔

دوسری جنگ عظیم کے دوران عباس محمود عقاد نے نازیوں کے رویے کے خلاف سخت مضامین لکھے۔ ان مضامین کا اثر یہ ہوا کہ عقاد نازیوں کی مطلوبہ افراد کی فہرست میں آ گئے۔ عقاد کو ہٹلر کے انتقامی مزاج کا اندازہ تھا، اس لیے وہ 1943 میں سوڈان چلے گئے اور جنگ ختم ہونے کے بعد مصر لوٹے۔

سماجی سرگرمیں کی وجہ سے عباس محمود عقاد کو مصری پارلیمنٹ کے Upper House کا رکن بھی بنایا گیا۔ وہ مجمع اللغة العربية کے رکن بھی منتخب ہوئے۔

عباس محمود عقاد کا مطالعہ کرنے والے جانتے ہیں کہ وہ اپنی تحریروں میں شیخ محمد عبدہ اور سعد زغلول سے بہت سے زیادہ متأثر نظر آتے ہیں۔ جب کہ عقاد سے متأثر ہونے والوں میں سید قطب، نجیب محفوظ اور انیس منصور کے نام قابل ذکر ہیں۔ عقاد کی خدمات اور ان کے کارناموں کا اعتراف ان کی زندگی میں بھی کیا گیا اور ان کے بعد بھی ہوتا رہا۔ انھوں نے شادی نہیں کی اور ہمیشہ تنہا زندگی گزاری۔

عباس محمود عقاد کی ان خدمات کی وجہ سے ان کی زندگی میں بھی اور موت کے بعد بھی ان کی خدمات کا اعتراف کیا جاتا رہا۔ اُن کی کتابوں کا دنیا کی مختلف زبانوں میں ترجمے ہوتے رہے۔ 1934 میں اُن کے اعزاز میں ایک اعلیٰ سطحی محفل منعقد کی گئی، جس میں ڈاکٹر طٰہٰ حسین نے وقیع خطبہ پیش کیا۔ سابق مصری صدر جمال عبدالناصر نے اُن کو سب سے بڑا ریاستی علمی ایوارڈ پیش کیا اور قاہرہ یونی ورسٹی نے انھیں ڈاکٹریٹ کی اعزازی ڈگری پیش کی، لیکن انھوں نے اِن دونوں اعزازات کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ قاہرہ میں آج بھی اُن کے نام سے ایک سڑک ''شارع عباس العقاد'' کے نام سے موجود ہے۔ اسی طرح اُن کے وطن اسوان میں اُن کا ایک بڑا مجسمہ نصب کیا گیا ہے۔

عباس محمود عقاد ایک سرگرم علمی زندگی گزار کر 74 سال کی عمر میں 13/ مارچ 1964 کو قاہرہ میں اس دنیا سے رخصت ہوئے اور وہیں دفن ہوئے۔

3.5 علمی خدمات

3.5.1 نثری خدمات

عباس محمود عقاد عربی زبان وادب میں ایک منفرد نثر نگار کی حیثیت سے جانے جاتے ہیں۔ اُن کے اسلوبِ نثر کے متعلق سب

کا کہنا ہے کہ اُن کے ہاں مناسب الفاظ، تراکیب وتعبیرات کا برمحل استعمال، اسلوب کی سنجیدگی ومتانت اوراعلیٰ فکر سب کچھ ایک ساتھ نظر آتا ہے۔ عام طور پر ادباء کے ہاں یہ تینوں اوصاف جمع نہیں ہوتے۔ کسی کے ہاں ظاہری حسن ہے تو فکر نہیں۔ کسی کے ہاں فکر ہے تو اسلوب کی متانت نہیں۔ کوئی اسلوب کی متانت اوراعلیٰ فکر کا حامل ہے تو اس کے ہاں الفاظ وتعبیرات کا ایک متوازن استعمال نہیں ہے، جو قاری کے دل ودماغ میں اپنی بات اتار سکے۔ لیکن عباس محمود عقاد کے ہاں یہ اوصاف ساتھ ساتھ چلتے نظر آتے ہیں۔ وہ خواہ اسلامی موضوعات پر قلم اٹھائیں، خواہ غیر اسلامی موضوعات پر، فکر کی بلندی اور اسلوب کی شائستگی ہمیشہ اُن کے ہم راہ رہتی ہے۔

ڈاکٹر شوقی ضیف نے لکھا ہے کہ عقاد کی نثر ایسی نہیں ہے، جسے سرسری طور پر پڑھ لیا جائے۔ بلکہ اُن کی تحریریں غور وفکر اور آہستہ روی کی متقاضی ہوتا ہیں۔ جو شخص اُن کی تحریروں کو سمجھ سمجھ کر پڑھتا ہے، وہ ان کے اسلوب سے بھی محظوظ ہوتا ہے اور گہری سوچ سے بھی۔

عباس محمود عقاد کے شان دار اسلوب سے مستفید ہونے کے یہ اُن کا سلسلۂ عبقریات بہت مفید ہے۔ یہ سلسلہ انھوں نے تاریخ کی عظیم شخصیات کی زندگیوں اور کارناموں کو سامنے رکھ کر ترتیب دیا ہے۔ اس سلسلے میں پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ، حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ، حضرت عثمان غنیؓ، حضرت علی مرتضیٰؓ، حضرت عائشہ صدیقہؓ، حضرت امیر معاویہؓ، حضرت عمرو بن العاصؓ، حضرات حسنینؓ، حضرت خالد بن ولیدؓ اور حضرت بلالؓ کے علاوہ برنارڈ شا، گاندھی اور فرینکلین جیسی شخصیات شامل ہیں۔ یہ سلسلہ صرف اِن شخصیات کی سوانح نہیں بلکہ اپنے آپ میں ایک مستقل تاریخ کی حیثیت رکھتا ہے۔ ساتھ ہی مصنف کے افکار اور اعلیٰ اسلوب کا آئینہ دار بھی ہے۔

عقاد کے اسلوب تحریر کے متعلق مولانا سید محمد واضح رشید حسنی ندوی کے یہ جملے بڑی جامعیت کے حامل ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

وللعقاد قدرة فائقة على تأدية المعاني في لفظ جزل رصين، فيه قوة ومتانة، وفي دقة تدل على سيطرة صاحبها على المادة اللغوية، وهو يصوغ كلمة صياغة يجد فيها قارئوه اللذة، والمتعة، وتجري الألفاظ في نسق محكم مطرد، والعقاد يمتاز بهذا الأسلوب الرصين منذ أخذ يكتب مقالاته. ويمتاز العقاد بالعمق وسعة الدراسة والثقافة والتحليل العلمي، يكاد يكون صاحب مدرسة في الأدب الحديث.

فكان العقاد واسع الثقافة والمعرفة، قوي الشخصية، شديد الرأي، واضح البيان، فائع الأسلوب، ومتعدد الجوانب، فكان الكاتب السياسي والناقد المؤرخ والشاعر.

عقاد کو سنجیدہ الفاظ کے استعمال کے ساتھ اپنی بات کہنے پر مہارت تامہ حاصل ہے۔ ان کا اسلوب بہت طاقت ور اور متانت سے پُر ہے۔ ان کی تحریروں میں الفاظ کا نازک استعمال لکھنے والے کے زبان پر عبور

کی گواہی دیتا ہے۔ وہ اپنی بات ایسے اسلوب میں ادا کرتے ہیں، جس میں قاری لذت اور لطف محسوس کرتا ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ الفاظ ایک مناسب ترتیب کے ساتھ چلے آ رہے ہیں۔ عقاد کا یہ سنجیدہ متین اسلوب اُسی وقت سے اُن کی شناخت بنا ہوا ہے، جب سے انھوں نے مقالات ومضامین لکھنا شروع کیا تھا۔ فکر کی گہرائی، تجزیے کی تہ داری اور علمی تنقید وتحلیل کے میدان میں وہ بہت ممتاز ہیں۔ ہم انھیں جدید ادب کی تاریخ میں ایک مدرسۂ ادب کا بانی قرار دے سکتے ہیں۔

عقاد علوم وثقافت کے رمز شناسی، مضبوط شخصیت، ٹھوس رائے، صاف زبان، دل کش اسلوب اور ہشت پہلو شخصیت کے حامل تھے۔ وہ بہ یک وقت سیاسی تجزیہ نگار، نقاد، مؤرخ اور شاعر تھے۔

مثال کے طور پر عباس محمود عقاد کی نثر کے دو نمونے ملاحظہ کیجیے۔ اپنی کتاب "عبقرية محمدؐ" میں وہ لکھتے ہیں:

""محمد فی نفسه عظيم بالغ فی العظمة، وفائق لكل مقياس صحيح يقاس به العظيم عند بنی الإنسان فی عصور الحضارة.

فما مكان هذه العظمة فی التاريخ؟ مامكانها فی العالم وأحداثه الباقية على تعاقب العصور؟

مكانها فی التاريخ أن التاريخ كله بعد محمد متصل به مرهون بعمله، وأن حادثاً واحداً من أحداثه الباقية لم يكن ليقع فی الدنيا كما وقع لولا ظهور محمد وظهور عمله.

فلا فتوح الشرق والغرب، ولا حركات أوربا فی العصور الوسطى، ولاالحروب الصليبية، ولا نهضة العلوم بعد تلك الحروب، ولا كشف القارة الأمريكية، ولا مساجلة الصراع بين الأوربيين والآسيويين والإفريقيين، ولا الثورة الفرنسية، وما تلاها من ثورات، ولا الحرب العظمى التی شهدناها قبل بضع وعشرين سنة، ولا الحرب الحاضرة التی نشهدها فی هذه الأيام، ولا حادثة قومية أو عالمية مما يتقلل ذلك جمعيه كانت واقعة فی الدنيا، كما وقعت لولا ذلك اليتيم الذي ولد فی شبه الجزيرة العربية بعد خمسمائة وإحدى وسبعين سنة من مولد المسيح.

كان التاريخ شيئا فأصبح شيئا آخر، توسط بينهم وليد مستهل فی معهده بتلك الصيحات التی سمعت فی المهود عداد من هبط من الأرحام إلى هذه الغبراء .. ماأضعفها يومئذ صيحات فی الهواء .. ما أقواها بعد ذلك أثراً فی دوافع التاريخ.. ما أضخم المعجزة.""

اسلامی فتوحات کی حقیقت بیان کرتے ہوئے وہ کہتے ہیں:

""ولقد فتح ا لإسلام مافتح من بلدان لأنه فتح فى كل قلب من قلوب أتباعه عالما مغلقاً تحيط به الظلمات، فلم يزد ا لأ رض بما استولى عليه من أقطارها فإن ا لأ رض لا تزيد بغلبة سيد على سيد، أو بامتدا ر التخوم وراء التخوم ، ولكنه زاد ا لإنسان أطيب زيادة يدر كها فى هذه الحياة، فارتفع به مرتبة فوق طباق الحيوان السائم، ودنا به مرتبة إلى اللّه.

يدين بهذه الحقيقة كل من يدين بحقيقة فى عالم الضمير.. فمن أنكرها، فإنما ينكر تقدم ا لإنسان كثيراً أو قليلًا فى هذه الطريق.

عقد عالم أوربى مقارنة بين محمد وبوذا والمسيح فسأل: ""أليس محمد نبياً على وجه الوجوه؟ ""ثم أجاب قائلًا: ""إنه على اليقين لصاحب فضيلتين من فضائل ا لأنبياء: فقد عرف حقيقة عن اللّه لم يعرفها الناس من حوله وتمكنت من نفسه نزعة باطنية لا تقاوم لنشرتلك الحقيقة، وإنه لخليق فى هذه الفضيلة أن يسامى أوفرا لأنبياء شجاعة وبطولة بين بنى إسرائيل، لأنه جازف بحياته فى سبيل الحق، وصبر على ا لإيذاء يوماً بعد يوم عدة سنين، وقابل النفى والحرمان والضغينة، وفقد مودة ا لأصحاب بغير مبا لاة، فصابر على الجملة قصارى ما يصبر عليه إنسان دون الموت الذي تجامنه بالهجرة، ودأب مع هذا جميعه على بث رسالته غيرقادر على إسكاته وعد و لا وعيد و لا إغراء... وربما اهتدى إلى التوحيد أناس آخرون بين عبادا لأوثان، إ لا أن أحداً آخر غيرمحمد لم يقم فى العالم مثل ما أقام من إيمان بالو حدانية دائم مكين، وما أتيح له ذلک إ لا لمضاء عزمه أن يحمل الآخرين على ا لإيمان، فإذا سأل سائل: ما الذي دفع بمحمد إلى إقناع غيره حيث رضى الموحدون بعبادة العزلة؟ فلا مناص أن نسلم أنه هو العمق والقوة فى إيمانه بصدق ما دعا إليه.""

والحقيقة التى يراها المنصف مسلماً كان أو غير مسلم، هى هذه: هى أن فتوح محمد فتوح إيمان، وأن قوة محمد قوة إيمان، وأنه ما من سمة لعمله أو ضح من هذه السمة، و لا من تعليل لها أصدق من هذا التعليل، لقد جاء ا لإغراء الذي أشار إليه العالم ا لأوربى وهو داع مهدد فى سربه، جاء ه وهو عزيز الشأن بين المؤمنين بدعوته، فما حفل با لإغراء وهو بعيد من مقصده و لا حفل به وهو واصل إليه.""

3.5.2 صحافتی خدمات

ہم یہ بتا چکے ہیں کہ عباس محمود عقاد ابتدا ہی سے صحافت سے وابستہ رہے۔ زندگی کے مختلف مراحل میں مختلف رسائل و جرائد سے وابستہ رہے۔ وابستگی کی نوعیت بھی مختلف رہی، البتہ صحافت سے اُن کی وابستگی ہمیشہ رہی۔ اُن کی زندگی کے مطالعے سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اپنے نظریات و خیالات کو عام کرنے کے لیے وہ صحافت کو ایک مؤثر ترین ہتھیار سمجھتے تھے۔ اسی لیے انھوں نے صحافت کو ایک پیشے کے بجائے ایک مشن کے طور پر استعمال کیا۔

عباس محمود عقاد نے مختلف اوقات میں جن اخبارات و رسائل سے باقاعدہ یا صرف لکھنے کی حد تک وابستگی اختیار کی اُن کے نام یہ ہیں:

1- جريدة الدستور

2- مجلة البيان

3- مجلة عكاظ

4- صحيفة ا لأهالى

5- صحيفة ا لأهرام

6- جريدة البلاغ

7- جريدة المقتطف

8- جريدة الهلال

9- صحيفة مصرالفتاة

10- جريدة السياسة

یہ اور ان کے علاوہ دوسرے رسائل و جرائد میں بھی عقاد مسلسل لکھتے رہے۔ ان کی صحافتی تحریروں کے مجموعے شائع ہوئے۔ یہ تحریریں بحث و مباحثے کا موضوع بنیں، ظالموں کے لیے بجلی ثابت ہوئیں، مظلوموں کی آواز بنیں اور نئے لکھنے والوں کے لیے تربیت و تعلیم کا اہم ذریعے کے طور پر سامنے آئیں۔

3.5.3 شعری خدمات

عباس محمود عقاد ایک تخلیقی ذہن لے کر دنیا میں آئے تھے۔ اس لیے انھوں نے دیگر اصنافِ ادب کے ساتھ ساتھ شعری میدان میں بھی یادگار نقوش قائم کیے۔ نثر کی طرح نظم میں بھی انھوں نے جدّت کی دعوت دی۔ نہ صرف دعوت دی بلکہ عملی طور پر برت کر بھی دکھایا۔

عقاد کی شاعری کے متعلق اہل علم کے درمیان دو نظریات پائے جاتے ہیں۔ کچھ لوگ وہ ہیں، جو نثر کی طرح نظم میں بھی عقاد کی عظمت و رفعت کا معترف ہے اور انھیں بڑا شاعر تسلیم کرتا ہے۔ ان لوگوں میں عبدالقادر مازنی، عبدالرحمان شکری، سید قطب، عبدالرحمٰن صوقی اور طٰہٰ حسین قابل ذکر ہیں۔ اس کے برخلاف کچھ لوگ عقاد کو بس اوسط درجے کا شاعر مانتے ہیں اور انھیں شاعر تسلیم نہیں کرتے۔ ان میں مارون عبود، جابر عصفور، زکی نجیب محمود اور محمد مندور کے نام خصوصیت کے ساتھ لیے جاسکتے ہیں۔

ہم ان میں سے کسی بھی رائے کو تسلیم کریں، اتنا تو طے ہے کہ عباس محمود عقاد نے نثر کی طرح نظم سے بھی ہمیشہ گہرا رابطہ رکھا اور مسلسل طبع آزمائی کرتے رہے۔ اسی لیے یکے بعد دیگرے اُن کے دس شعری مجموعے منظر عام پر آئے۔ اُن کا پہلا مجموعہ "یقظة الصباح" 1916 میں شائع ہوا۔ اس وقت ان کی عمر 27/ سال تھی۔ ان کے شعری مجموعوں کے نام یہ ہیں:

1- يقظة الصباح

2- وهج الظهيرة

3- أشباح الأصيل

4- أشجان الليل

5- وحي الأربعين

6- هدية الكروان

7- عابر سبيل

8- أعاصير مغرب

9- بعد الأعاصير

10- مابعد البعد

ان دس شعری مجموعوں کے علاوہ 2014 میں عباس محمود عقاد کے ایک شاگرد محمد محمود حمدان کا تیار کردہ مجموعہ "المجھول والمنسی من شعر العقاد" سامنے آیا۔ اس میں عقاد کا وہ کلام جمع کیا گیا ہے، جو کسی وجہ سے اُن کے دس مجموعوں میں شامل نہیں ہوسکا تھا۔ اس طرح عقاد کے شعری مجموعوں کی تعداد گیارہ ہو جاتی ہے۔

نمونے کے طور پر علم کے متعلق عباس محمود عقاد کی ایک مختصر نظم نقل کی جارہی ہے، تا کہ اُن کے اسلوبِ سخن کا کچھ اندازہ لگایا جاسکے:

قد رفعنا العلم للعلا والفدا

فی عنان السماء

حی ارض حی مهد الهدی

الهرم

حی أم البقاء

کم بنت للبنین مصر ام البناة

من عریق

الجدود

أمة الخالدین من یهبها الحیاة

وهبته الخلود

فارخصی یا کل غال یهون

نفوس

وهبته الخلود

إن رفعنا فلیکن ما یکون

الرؤوس

ولتعش یا وطن

ولتعش یا وطن

3.5.4 تصانیف

عباس محمود عقاد نے اپنی ذہنی ساخت، اپنے اخاذ ذہن اور اپنی منفرد فکر کے مطابق مختلف موضوعات پر کتابیں تصنیف کیں۔ اُن کی تصانیف کی تعداد چار درجن سے زائد ہے۔ یہ بات گزر چکی کہ فکر و فلسفہ، ادب و تنقید، سیرت وسوانح اور سماجیات اُن کے پسندیدہ موضوعات تھے۔ لہٰذا انھوں نے ان تمام موضوعات پر لکھا اور بے تکان لکھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اُن کی تصانیف نے علمی دنیا پر گہرا اثر ڈالا۔ اُن کی تمام کتابوں کے تذکرے کے لیے ایک مفصل تحقیقی مقالے کی ضرورت ہے۔ البتہ اُن کی تصانیف کے ناموں سے ہی اُن کی مزاجی ندرت اور فکری تنوع کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

اُن کی کتابوں کے نام یہ ہیں:

1- ابن الرومی: حیاته من شعره

2- مطالعات فی الکتب والحیاة

3- مراجعات فى الآداب والفنون

4- يسألونك

5- الفصول

6- رجعة أبى العلاء

7- ساعات بين الكتب

8- بين الكتب والناس

9- الشيوعية والإنسانية

10- داعى السماء، بلال بن رباح

11- إبراهيم أبو الأنبياء

12- عبقرية محمد

13- عبقرية الصديق

14- عبقرية عمر

15- عبقرية الإمام على

16- عبقرية خالد

17- عبقرية المسيح

18- عمرو بن العاص

19- الفلسفة القرآنية

20- مجمع الأحياء

21- الحكم المطلق فى القرن العشرين

22- عالم السجون والقيود

23- الله

24- سعد زغلول

25- هتلر فى الميزان

26- الحسين أبو الشهداء

27- الإسلام فى القرن العشرين

28- التفكير فريضة إسلامية

29- عثمان ذوالنورين

30- مطلع النور

31- المرأة فى القرآن

32- ا لإنسان فى القرآن

33- حقائق ا لإسلام وأباطيل خصومه

34- مايقال عن ا لإسلام

35- فاطمة الزهراء والفاطميون

36- معاوية بن أبى سفيان فى الميزان

37- أبو نواس الحسن بن هانى

38- جحاالضاحك والمضحك

39- حياة قلم

40- لا شيوعية و لا استعمار

41- هذه الشجرة

42- أنا

43- سارة

44- عقائد المفكرين

45- إبليس

46- هدية الكروان

47- وحى ا لأربعين

48- عابر سبيل

49- أعاصير مغرب

50- بعد ا لأصير

51- المسيح

52- اليوميات

3.6 اعلیٰ تنقیدی مقام

مختلف میدانوں میں اعلیٰ مقام رکھنے کے ساتھ ساتھ عباسِ محمود عقاد عربی تنقید کے میدان میں بھی بلند مقام پر فائز نظر آتے ہیں۔ ویسے تو ان کی اکثر تحریروں میں تنقیدی عنصر نظر آتا ہے لیکن حقیقت میں انھوں نے 1907ء سے متفرق تنقیدی مضامین لکھنا شروع کیے۔ وہ نہایت سنجیدگی، پختگی اور بغیر کسی رورعایت کے تنقید کرنے کے قائل تھے۔ ان کا ماننا تھا کہ تنقید برائے تنقید یا ہلکے پھلکے اور کم زور اصولوں پر کی جانے والی تنقید قائم ودائم نہیں رہ سکتی۔ جس چیز پر تنقید کی جارہی ہو اس کے مالہ وماعلیہ سے واقف ہونا اور اس کے متعلق علمی حقائق پر اپنی تنقید کی بنیاد رکھنا ضروری ہے۔

عقاد کی تنقید کا یہ پہلو لائق تقلید ہے کہ ایک طرف وہ کسی ادیب کے فن پارے کو علمی لحاظ سے انتہائی سطحی قرار دیتے ہیں تو دوسری طرف دوسرے پہلوؤں سے اس کی عظمت کا اعتراف بھی کرتے چلتے ہیں۔ جیسا کہ انھوں نے شوقی کے ساتھ کیا۔ یہی رویہ رافعی پر کی جانے والی تنقیدی تحریروں میں نظر آتا ہے۔ ان کا وہ مضمون جو رافعی پر کی گئی تنقیدوں پر مشتمل ہے، اُس کا عنوان ہی اُن کی تنقیدی متانت کو واضح کرتا ہے۔ اس مضمون کا عنوان تھا: "ماهذا يا أباعمرو ؟"

عباس محمود عقاد تنقید میں ولیم ہزلٹ (William Hazlitt) کے اثرات نظر آتے ہیں۔ جس طرح ہزلٹ نے Lectures on English poets میں متعدد انگریزی شعرا کو اپنی تنقید کا موضوع بنایا تھا، اسی طرح عقاد نے بھی متعدد عرب شعرا کی طرف توجہ کی اور اُن کے فکر وفن پر تنقیدی تحریریں لکھیں۔

عقاد کی کتابوں میں سے شعراء مصر و بيئاتهم، ساعات بين الكتب اور ابن الرومي میں اُن کی تنقیدی بصیرت کا خصوصی طور پر مشاہدہ کیا جاسکتا ہے۔

3.7 خلاصہ

مختصر طور پر یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ عباس محمود عقاد بیسویں صدی کے ایک مایہ ناز ادیب، ناقد، مفکر، صحافی، مؤرخ، شاعر، صاحبِ طرز انشاء پرداز اور سماجی خدمت گار تھے۔ انھوں نے پوری سنجیدگی کے ساتھ معاشرے کا مطالعہ کیا، مختلف نظریات کا تحقیقی جائزہ لیا اور ایک مضبوط رائے قائم کر کے پوری زندگی اسی کی ترویج واشاعت میں گزاردی۔ وہ روایت کے حامی اور جدت کے علم بردار تھے۔ اپنے ورثے سے رشتہ منقطع کرنا بھی درست نہیں سمجھتے تھے، لیکن جدت سے دوری اختیار کیے رہنے کو بھی غلط سمجھتے تھے۔

عقاد نے مختلف سطحوں پر مختلف میدانوں میں اپنی خدمات پیش کیں اور ہمیشہ اپنے مخصوص سنجیدہ وشائستہ اسلوب میں اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ یہی وجہ ہے کہ اُن سے متاثر ہونے والے ادباء ومفکرین کی ایک پوری ٹیم میدان میں آئی اور اپنے اپنے اختصاصی

موضوعات پر اہم خدمات انجام دیتی رہی۔ آج بھی ان کی تحریروں کو عرب دنیا میں پورے ذوق وشوق سے پڑھا جاتا ہے اور انھیں نمونہ بنایا جاتا ہے۔

3.8 نمونے کے امتحانی سوالات

تین سطروں میں جواب لکھیے:

1- عقاد سے متاثر ہونے والے ادباء ومفکرین کون کون ہیں؟

2- جس دور میں عقاد پیدا ہوئے، اُس وقت مصر کے حالات کیا تھے؟

3- عقاد کے کتنے شعری مجموعے منظر عام پر آئے؟ صرف تین شعری مجموعوں کے نام لکھیے۔

پندرہ سطروں میں جواب لکھیے:

1- عباس محمود عقاد کی زندگی پر جامع نوٹ لکھیے۔

2- تنقیدی میدان میں عقاد کا مقام واضح کیجیے۔

3- عربی نثر کے میدان میں عقاد کی خدمات پر روشنی ڈالیے۔

3.9 مطالعے کے لیے معاون کتابیں

1-	أعلام الأدب العربي	سيد واضح رشيد الحسيني الندوي
2-	الأعلام	خيرالدين الزركلي
3-	الأدب العربي المعاصر في مصر	شوقي ضيف
4-	مع الشعراء	زكي نجيب محمود
5-	أنا	عباس محمود عقاد

3.10 مشکل الفاظ کی فرہنگ

متنوع	قسم قسم کا، الگ الگ انداز کا
مختلف الجہات	مختلف سمتوں والا
طرح ڈالنا	بنیاد رکھنا
جاں بہ لب ہونا	موت کے قریب ہونا
تطبیق دینا	یکسانیت پیدا کرنا

نکتہ سنج	نکتے پیدا کرنے والا، بات سے بات نکالنے والا
ڈکٹیٹر شپ	بادشاہت
عبقری	Genius
منفرد	نمایاں، سب سے الگ
اخاذ	نئے نئے معانی پیدا کرنے والا